21

مذہب کی اصل غرض اعمال کی اصلاح ہے اور یہ اصلاح کوشش اور محنت کے بغیر کبھی نہیں ہوسکتی

(فرمودہ 26 جون 1953ء بمقام ربوہ)

تشہّد، تعوذ اور سورہ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا۔

"میں گزشتہ کئی ہفتوں سے ربوہ کے لوگوں کو خصوصاً اور تمام احمدیہ جماعت کو عموماً اس طرف توجہ دلا رہا ہوں کہ مذہب کی آخر کوئی غرض ہوتی ہے۔ مذہب اصلاحِ نفس کے لیے آتا ہے۔ عقائد پر بیوقوف لوگ زیادہ لڑتے ہیں حالانکہ عقائد کا مان لینا کوئی خرچ نہیں چاہتا۔ لوگ بڑی سے بڑی بات مان لیتے ہیں اور بڑی سے بڑی بات کا انکار کر دیتے ہیں۔ مگر اس پر ان کا کوئی خرچ نہیں آتا۔ ایسے لوگ دنیا میں موجود ہیں جو ذرا سے اشتعال دلانے پر کہہ دیتے ہیں۔ ہم نہیں جانتے خدا تعالیٰ کیا چیز ہے، ہم نہیں جانتے رسول کیا چیز ہے، ہم نہیں جانتے قرآن کریم کیا چیز ہے۔ پھر وہ لوگ بھی موجود ہیں، جو معمولی سا لالچ دلانے پر اپنا مذہب تبدیل کرنے پر تیار ہو جاتے ہیں۔ میرے پاس اس قسم کے اکثر خطوط آتے رہتے ہیں کہ احمدیت بڑی اچھی چیز ہے، میں اس پر ایمان لا چکا ہوں۔ مگر آپ جانتے ہیں کہ خدا تعالیٰ نے انسان کے ساتھ کھانا پینا بھی

لگایا ہوا ہے اگر میں احمدی ہو جاؤں تو آپ کیا دیں گے؟ ایسا شخص دوسروں کے ورغلانے سے یا اپنے باطنی گند کی وجہ سے یہ خیال کر لیتا ہے کہ اگر مجھے کچھ پیسے مل جائیں تو میں اپنا مذہب بدل لوں۔ پس دنیا میں چھوٹی چھوٹی چیزوں کے لیے بعض بڑی بڑی چیزیں چھوڑ دی جاتی ہیں۔ اِسی طرح بعض بڑی بڑی چیزیں کسی قربانی کے بغیر لوگ قبول کر لیتے ہیں۔ مثلاً خدا تعالیٰ کی ہستی کو لے لو۔ خدا تعالیٰ کی ہستی کتنی بڑی ہے۔ لیکن اگر ہم سوچیں کہ خدا ہے یا خدا ایک ہے تو اس میں ہاتھ ہلانے، زبان ہلانے یا روپیہ خرچ کرنے کی ضرورت پیش نہیں آتی۔ یونہی دل میں خیال آیا اور مان لیا۔ لیکن اس کے مقابلہ میں پانی پینے کے لیے کتنی حرکت کرنی پڑتی ہے۔ اگر کسی شخص نے پانی پینا ہے اور اسکے پاس اس کا کوئی نوکر یا رشتہ دار موجود نہیں تو اُسے کوزہ پانی کا ہاتھ میں پکڑنا پڑتا ہے۔ پھر کھڑا ہو کر اسے اٹھانا پڑتا ہے، پھر مٹکے سے بھرنا پڑتا ہے، پھر پانی ہونٹوں تک اٹھا کر لے جانا پڑتا ہے، پھر اُسے ہونٹوں سے لگانا پڑتا ہے، پھر ہونٹوں میں کشش پیدا کرنی پڑتی ہے تا کہ وہ پانی کو منہ کے اندر لے جائیں، پھر گلے میں حرکت پیدا کرنی پڑتی ہے کہ وہ پانی کو معدہ میں لے جائے۔ اتنی کوشش کے بعد ہم ایک کوزہ پانی پیتے ہیں۔ لیکن خدا تعالیٰ کو خالق و مالک ماننے میں ہمیں اس کا ہزارواں حصہ بھی حرکت نہیں کرنی پڑتی۔ پس عقائد کا ماننا اور انہیں چھوڑنا کوئی کوشش اور محنت نہیں چاہتا۔ وہ لوگ بیوقوف ہیں جو کہتے ہیں کہ ہم نے بعض عقائد کو مان لیا ہے ہمیں عمل کی ضرورت نہیں۔ عقائد سے بڑی چیز بھی دنیا میں کوئی نہیں لیکن ماننے کے لحاظ سے ان سے چھوٹی چیز بھی دنیا میں کوئی نہیں۔ کیونکہ ان کے لیے کوئی قربانی نہیں کرنی پڑتی۔ بے شک جو لوگ ان عقائد کو نہیں مانتے اُن تک پہنچنے کی ضرورت ہوتی ہے۔ لیکن یہ ساری کوششیں محض اس لیے ہوتی ہیں کہ انسان صداقت کو ماننے کے لیے تیار نہیں ہوتا۔ اگر انسان صداقت کو ماننے کے لئے تیار ہو جائے تو اس کے لیے کسی مبلغ اور سمجھانے والے کی ضرورت نہیں ہوتی۔ وہ خود ہی صداقت پر ایمان لا سکتا ہے۔ لیکن عمل کا حصہ چاہے کتنا چھوٹا ہو اس کے لیے کوشش اور محنت کی ضرورت ہوتی ہے اور بعض دفعہ دوسرے شخص سے مدد بھی لینی پڑتی ہے۔ مثلاً ایک شخص بیمار ہے تو اسے ایک کوزہ پانی کے لیے بھی دوسرے شخص کی مدد کی ضرورت ہے۔ یا اگر وہ پیشاب اور پاخانہ کرنا چاہتا ہے اور وہ چل کر دوسری جگہ نہیں جا سکتا تو اُسے پیشاب اور پاخانہ کرنے کے لیے ایک یا دو آدمیوں کے سہارے کی

ضرورت ہوگی۔لیکن خدا کوایک ماننے کے لیے کسی سہارے اورقربانی کی ضرورت نہیں ہوتی۔

دنیا کو جو چیز نظر آتی ہے وہ تمہارے اعمال ہیں۔ اگرتم میں دیانت نہیں پائی جاتی، کسی کی چیز کوواپس دینے میں تم بہانے بناتے ہو، کسی کو سودا دینے لگتے ہوتو کم تول کر دیتے ہو۔توتمہیں ہر شخص دیکھتا ہے اورتمہارے متعلق فیصلہ کرتا ہے کہ تمہارے اندرونے کی کیا حالت ہے۔ دنیا کے لیے تم کس حد تک مفید ہو یا مُضِر ہو۔آخر دو ہی صورتیں ہیں۔ کچھ لوگ ایسے ہیں جو کہتے ہیں کہ سارا جھگڑا پیٹ کا ہے۔ اگر روٹی مل جائے تو سب کچھ ہے۔ مثلاً کمیونسٹ ہیں انہوں نے یہ فیصلہ کر دیا ہے کہ ہماری اصل غرض پیٹ کا بھرنا ہے۔ہمیں اس سے کوئی غرض نہیں کہ خدا ہے، نبی ہے یا کوئی کتاب ہے۔ ان کے نزدیک عقائد،خوبصورت نظریات کے سوا اَور کچھ نہیں۔ ان کے نزدیک یہ سب فضول باتیں ہیں۔ وہ محنت کر کے دو پیسے کما لیتے ہیں اور پیٹ بھر لیتے ہیں۔ یہی ان کی سب سے بڑی غرض ہے۔ دوسرے لوگ جو مذہب کوحقیقت دیتے ہیں وہ کہتے ہیں کہ اگر خدا تعالیٰ ہے تو ہمیں اُس نے کیا دیا ہے۔ بے شک ہمیں خدا تعالیٰ کی ہستی کی ضرورت ہے۔لیکن سوال یہ ہے کہ اگر خدا تعالیٰ موجود ہے تو اس نے ہمیں کیا فائدہ پہنچایا ہے۔ہم نے دوسروں سے لڑائیاں کیں، چند عقائد بنالئے اور دوسروں سے جھگڑے مول لئے لیکن اس کا فائدہ کچھ بھی نہ ہوا۔ وہی دھوکا بازی،لڑائیاں،بُغض، کینے، ماردھاڑ،فریب اور فساد دُنیا میں موجود ہیں۔ پھر ہمیں خدا تعالیٰ کا کیا فائدہ۔ اگر خدا ہوتا تو ہماری ان باتوں کا کوئی نتیجہ نکلتا۔ٹھنڈے پانی کے قطرے سے جسم ٹھٹھر جاتا ہے لیکن خدا تعالیٰ پر ایمان لانے سے کوئی نتیجہ نہیں نکلا۔ اگر کسی کو کھوٹا پیسہ بھی مل جائے تو وہ اُس سے بھی ایک چھٹانک چنے خرید لیتا ہے لیکن خدا پر ایمان لانے سے اتنا فائدہ بھی لوگوں کو حاصل نہیں ہوتا۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانہ میں ایک شخص تھا۔اُس کے دماغ میں کوئی نقص پیدا ہوگیا تھا۔انسان جس قوم سے تعلق رکھتا ہواگر وہ پاگل ہوجائے تو وہ اُسی قوم کی باتوں کی سی باتیں سوچتا ہے۔مثلاً جس قوم میں الہام پرزور ہو اُس کا فرد پاگل ہونے پر الہامی باتیں ہی سوچتا ہے۔ احمدیہ جماعت میں مَیں نے دیکھا ہے کہ جس کسی کا دماغ خراب ہوجاتا ہے وہ نبی اور ولی بن جاتا ہے۔ ہمارے مدرسہ میں حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل کے زمانہ میں ایک چپڑاسی تھا جس کا نام

محمد بخش تھا۔اس کے دماغ میں نقص پیدا ہوا تو اس نے کہنا شروع کر دیا کہ مجھے الہام ہوتا ہے۔اس نے سکول کے لڑکوں سے کہا کہ مجھے مان لو۔لڑکوں نے جواب دیا کہ ہم تمہیں کیوں مان لیں؟ وہ کہنے لگا تم نے مرزا صاحب کو بھی مانا ہے مجھے بھی مان لو۔بعض لڑکوں نے کہا ہم نے مرزا صاحب کو اس لیے مانا ہے کہ آپ کے بعض نشانات دیکھے ہیں۔اُس نے کہا میرے پاس بھی نشانات ہیں لڑکے باریکیاں نہیں سمجھتے۔ایک لڑکے نے کہا مرزا صاحب انگریزی نہیں جانتے لیکن آپ کو انگریزی میں الہامات ہوتے ہیں۔اس نے کہا مجھے بھی انگریزی میں الہام ہوتے ہیں۔حالانکہ میں انگریزی نہیں جانتا۔لڑکوں نے کہا اچھا کوئی الہام سناؤ۔اِس پر اُس نے کہا مجھے الہام ہوا ہے" آئی وَٹ وَٹ" (I what what) اُس نے" آئی" (I) اور" وَٹ" (What) کے الفاظ سنے تھے۔ لیکن اُسے یہ پتا نہیں تھا کہ ان الفاظ کے معنے کیا ہیں۔لڑکوں نے اُس کا نام ہی آئی وَٹ وَٹ رکھ دیا۔پس قدرتی طور پر ہر ایک شخص یہ سوچتا ہے کہ اگر ہمیں خدا ملا ہے تو ہمیں کیا فائدہ پہنچا ہے۔وہ شخص پاگل تھا اُس نے کہا مجھے خدا مل گیا ہے۔لیکن ایک بچے کو بھی اتنی عقل ہوتی ہے کہ اگر خدا ملے تو اُس سے کچھ فائدہ ہونا چاہیے۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانہ میں ایک احمدی تھا وہ پاگل ہوگیا۔اُس نے صوفیاء کی باتیں سُنی ہوئی تھیں۔اس لیے جب اُس کا دماغ خراب ہوا تو اُس نے یہی باتیں کہنی شروع کر دیں کہ میں نبی ہوں، ولی ہوں، میں عرش پر نمازیں پڑھتا ہوں۔وہ قادیان آ گیا تھا۔اُس کے دماغ پر یہ اثر تھا کہ وہ بڑا آدمی بن گیا ہے۔خدا تعالیٰ اُسے موسیٰ اور عیسیٰ کہتا ہے اس لیے وہ مسجد میں نہیں آتا تھا۔مہمان خانہ میں ہی رہتا تھا۔لوگوں نے اُسے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں پیش کیا اور عرض کیا کہ یہ شخص بیمار ہوگیا ہے اور کہتا ہے خدا تعالیٰ مجھے کہتا ہے کہ تُو محمدؐ بن گیا ہے، تُو موسیٰ بن گیا ہے، تُو عیسیٰ بن گیا ہے۔حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا میاں! اگر خدا تعالیٰ کی طرف سے تمہیں الہام ہوتا ہے کہ تم محمدؐ بن گئے ہو تو کیا وہ محمدؐ یت والی برکات بھی تمہیں دیتا ہے؟ یا جب وہ کہتا ہے کہ تم موسیٰ بن گئے ہو یا عیسیٰ بن گئے ہو تو جو باتیں حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ علیہما السلام کو ملی تھیں خدا تعالیٰ وہ باتیں تمہیں بھی دیتا ہے؟ وہ کہنے لگا خدا تعالیٰ دیتا تو کچھ نہیں صرف یہ کہتا ہے کہ تم محمدؐ بن گئے ہو، تم موسیٰ بن گئے ہو، تم عیسیٰ بن گئے ہو۔

آپ نے فرمایا یہ شیطان ہے جو تمہیں ایسی باتیں کہتا ہے۔ جب خدا تعالیٰ کسی کو محمدؐ کہتا ہے تو وہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی برکات بھی اُسے دیتا ہے۔ وہ اگر کسی کو موسیٰ اور عیسیٰ کہتا ہے تو موسیٰ اور عیسیٰ والی برکات بھی اُسے دیتا ہے۔

پس جب خدا تعالیٰ کہتا ہے کہ تم مومن ہو تو وہ مومن والی برکات بھی تمہیں دیتا ہوگا۔ صرف یہ کہنا کہ تم نے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مان لیا ہے۔ اس سے تمہیں یا دنیا کو کوئی فائدہ نہیں پہنچتا۔ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جس کام کے لیے اس دنیا میں تشریف لائے تھے اُس سے اگر تم نے فائدہ نہیں اٹھایا، تمہیں سچ بولنے کی عادت نہیں، تم میں دیانت نہیں پائی جاتی، تمہیں محنت کی عادت نہیں، تم میں حُسنِ سلوک اور مہربانی کی عادت نہیں، تم میں مظلوموں اور بیواؤں کی مدد کرنے کی عادت نہیں تو تم نے خدا تعالیٰ کو مان کر کیا پایا۔ ابھی میں نے بازار کے انتظام کے لیے ایک افسر مقرر کیا ہے۔ جب وہ کھانڈ کے ڈپو پر گیا تو اُس نے دیکھا کہ ڈپو ہولڈر کا سیر کا بٹہ پندرہ چھٹانک کا ہے۔ جب اُسے کہا گیا کہ تم کھانڈ کم تول کر کیوں دیتے ہو؟ تو اُس نے کہا ہمیں کم ملتی ہے اس لیے ہم دوسروں کو کم دیتے ہیں۔ حالانکہ جہاں تک میں نے تحقیقات کی ہے مجھے معلوم ہوا ہے کہ گورنمنٹ سٹاک زیادہ دیتی ہے تا نقصان پورا ہو سکے۔ اِسی طرح برف والوں کو بلایا گیا تو ایک دکاندار نے کہا۔ ہمیں نو روپے میں چار من برف ملتی ہے۔ پھر نقصان بھی ہو جاتا ہے اس لیے نقصان ملا کر ہمیں دو من برف دس روپے میں پڑتی ہے۔ اس لیے ربوہ میں تین آنے فی سیر بیچنے میں ہمیں نہایت قلیل نفع ملتا ہے۔ چار آنہ فی سیر بیچیں تب بھی زیادہ نفع نہیں ہوتا۔ حالانکہ نقصان کے بعد بھی اگر انہیں پچاس فیصدی نفع مل جائے تو انہیں کیا چاہیے۔ دوسرے لوگوں کو روپیہ کے بعد ایک آنہ یا دو آنے ملتے ہیں۔ اگر روپیہ کے بعد ایک آنہ ملتا ہے تو انہیں سولھواں حصہ نفع ملتا ہے۔ اور اگر دو آنے ملتے ہیں تو آٹھواں حصہ نفع ملتا ہے۔ لیکن انہیں ایک روپیہ کے بعد ایک آنہ ملنے کی بجائے ایک آنہ پر دو پیسے مل جائیں تو اَور کیا چاہیے۔ لیکن اس دکاندار نے پھر بھی یہی کہا کہ ہم پر ظلم کیا جا رہا ہے۔ ہمیں دو آنہ فی سیر برف گھر پڑتی ہے۔ اور تین آنہ فی سیر بیچنے کو کہا جاتا ہے۔ یہ کتنا بڑا ظلم ہے جو ہم پر کیا جا رہا ہے۔ میں نے کہا دکاندار سے کہا جائے کہ وہ تمام لوگوں سے یہ واقعہ بیان کرے کہ سارے نقصان ملا کر مجھے دو آنہ فی سیر برف گھر پڑتی ہے اور مجھے تین آنہ فی سیر بیچنے کو کہا جاتا ہے اور

اس طرح مجھ پر ظلم کیا جاتا ہے۔ وہ اتنا بے حیا تھا کہ بازار میں یہ بات کہتا رہا۔ اب تم سمجھ سکتے ہو کہ ایسا بے حیا انسان بھی کہیں مل سکتا ہے۔ اگر اُس میں انسانیت ہوتی تو وہ ایسا کبھی نہ کرتا اور یہاں سے چلا جاتا کہ میری کمینگی اور میرا ظلم کُھل گیا ہے۔

میرے نزدیک ان لوگوں نے یہ بھی جھوٹ بولا ہے کہ نو روپے میں چار من برف ملتی ہے۔ ایک احمدیہ کمپنی کو گوجرہ میں برف کی ایک مشین ملی ہے۔ وہاں سے رپورٹ ملی ہے کہ ایک من برف کا ریٹ 1 روپے 12 آنے مقرر ہے اور جب تحقیقات کرائی گئی تو چنیوٹ سے یہ پتا لگا ہے کہ چھ روپے کو چار من کا ایک بلاک ملتا ہے۔ گویا گوجرہ میں 1 روپیہ 12 آنے کو ایک من برف ملتی ہے اور چنیوٹ میں 1 روپیہ 8 آنے کو۔ اگر یہ بات درست ہے اور 1 روپیہ 8 آنے ہی نقصان لگا لو۔ تو یہ تین روپے فی من ہو گئے گویا سارے خرچ لگانے کے بعد بھی قریباً 1 آنہ 3 پائی فی سیر پڑی۔ اب دکاندار کو 3 آنے فی سیر کے حساب سے بیچنے کو کہا گیا تو اُس پر کون سا ظلم ہوا۔ حقیقت یہ ہے کہ جب تک یہ لوگ گاہکوں کی کھال نہ کھینچ لیں اور اُن کے کپڑے نہ اُتار لیں اِن کا پیٹ نہیں بھرتا۔ ایسا ظالم اگر کہے کہ میں ایمان لے آیا ہوں تو اس سے کیا بنتا ہے۔ وہ ایمان کا بے شک دعویٰ کرتا رہے لیکن احمدیت تو الگ رہی ایک ہندو، سکھ اور ایک دہریہ خاندان سے تعلق رکھنے والا آدمی بھی اتنا ظالم نہیں ہوتا۔ پس تمہارا کام ہے کہ تم اس بے ایمانی کو دور کرو۔ یہ نہیں کہ تم صرف عمل کراؤ کیونکہ ہوسکتا ہے کہ ظاہر صاف ہو اور باطن گندا رہے۔ طاقت کے استعمال سے مکمل اصلاح نہیں ہوتی۔ طاقت سے ظاہر کی اصلاح ہو جاتی ہے لیکن دل کا گند باقی رہتا ہے۔ اس لیے جب بھی تمہاری طاقت کم ہو جائے گی۔ تو یہ لوگ بگڑ جائیں گے۔ تمہارا کام ہے کہ تم اخلاق سے، تدبیر سے اور اپنی نفرت سے یہ ثابت کر دو کہ تم اس بے ایمانی کو برداشت نہیں کر سکتے۔ جب تمہارے ہمسایہ سے بے ایمانی نکل جائے گی تو تم محفوظ ہو جاؤ گے۔

صحابہؓ کی دیانت کو دیکھو۔ ایک صحابیؓ دوسرے صحابیؓ کے پاس گھوڑا بیچنے گئے اور کہا میرا گھوڑا مثلاً دو ہزار روپے کا ہے۔ لیکن دوسرے صحابیؓ نے کہا میں اسے تین ہزار روپے میں خریدنا چاہتا ہوں۔ میں گھوڑوں کا کاروبار کرتا ہوں۔ تمہیں پتا نہیں کہ یہ گھوڑا کتنی قیمت کا ہے۔ میں جانتا ہوں یہ گھوڑا تین ہزار روپے کا ہے۔ گھوڑے کے مالک نے کہا میں نے اس کی قیمت دو ہزار روپے

لگائی ہے میں اس سے زیادہ نہیں لوں گا1۔ تو دیکھو یہ کتنی شاندار لڑائی تھی۔ ایک کہتا ہے کہ میں اس گھوڑے کے دو ہزار روپے لوں گا لیکن دوسرا کہتا ہے نہیں میں اس کے تین ہزار روپے دوں گا۔

لیکن تمہارا یہ حال ہے کہ دو آنے کی چیز کی قیمت تین آنے مقرر کی جائے تو پھر بھی اُسے ظلم کہتے ہو۔ اگر تم مہاجر ہو تو کیا ہوا۔ کیا دوسرے لوگ مہاجر نہیں؟ بسا اوقات دوسرا آدمی تم سے زیادہ مصیبت میں ہوتا ہے۔ لیکن تمہاری یہ حالت ہے کہ لُوٹ کھسوٹ کی وجہ سے تم دوسروں سے زیادہ کما رہے ہو۔ میں جانتا ہوں کہ یہاں کے بعض دکانداروں کی حالت قادیان سے اچھی ہے۔ پس میں دکانداروں سے کہتا ہوں کہ تم یہ سب بے ایمانیاں ترک کر دو۔ اور دوسروں کو یہ نصیحت کرتا ہوں کہ تم یہ بے ایمانیاں ترک کراؤ۔ برف ایسی چیز ہے کہ اگر تم میں حِس ہوتی تو دکاندار دو دن میں سیدھے ہو جاتے۔ آخر وہ علاقے بھی ہیں جہاں برف نہیں ملتی۔ اگر تم ایک دن اکٹھے ہو کر یہ فیصلے کر لیتے کہ ہم برف نہیں لیں گے تو جو دکاندار اب دو آنے فی سیر بیچنے کو بھی ظلم کہہ رہے ہیں وہ تمہارے سامنے ہاتھ جوڑتے اور کہتے تم ڈیڑھ آنہ فی سیر لے لو۔ ہمیں ایک غیر مبائع دوست نے کہا ہے کہ اگر مجھے دکان کی اجازت دی جائے تو میں پانچ پیسے فی سیر کے حساب سے برف بیچوں گا۔ میں نے کہا یہ لوگ مہاجر ہیں پہلے انہیں سمجھا لو۔ اگر انہوں نے اپنی اصلاح نہ کی تو ہم مجبور ہو کر ایسا انتظام کر لیں گے پھر ہم دیکھیں گے کہ برف پانچ پیسے فی سیر بکتی ہے کہ نہیں۔ جب تک تم اپنے نفس کی اصلاح نہیں کر لیتے، جب تک دیکھنے والا یہ نہ کہے کہ ان لوگوں کے ایمان میں اور ہمارے ایمان میں فرق ہے، جب تک وہ یہ نہ کہے کہ خدا تعالیٰ اور اس کے رسولؐ پر ایمان لا کر ان لوگوں کے عمل میں بھی نیکی پیدا ہو گئی ہے، جب تک وہ یہ نہ کہے کہ قرآن کریم کو ماننے کے نتیجہ میں ان لوگوں کے کاروبار میں بھی دیانت آ گئی ہے۔ اُس وقت تک تمہارا ایمان اور تمہارے عقائد چیتھڑوں اور کاغذ کے ٹکڑوں کے برابر بھی نہیں بلکہ ان سے بھی زیادہ بے کار چیزیں ہیں۔"

(المصلح 12 جولائی 1953ء)

1: المعجم الکبیر حافظ ابو القاسم سلیمان بن احمد الطبرانی جلد 2 صفحہ 334، 335۔ حدیث نمبر 2395۔ دار الاحیاء التراث العربی۔